26

دُعاؤں کی طرف توجّہ کرو

(فرمودہ ۱۱ر اگست ۱۹۱۶ء)

تشہّد و تعوّذ اور سورۂ فاتحہ پڑھ کر فرمایا:۔

کسی کام کے کرنے سے جو انسان اعراض کرتا ہے یا کوئی ایسی چیز جس کے حصول کے لئے کوشش نہیں کرتا وہ وہی ہوتی ہے جس کے حاصل کرنے میں کوئی فائدہ اور کوئی نفع نہیں دیکھتا یا جس کے حاصل کرنے کے سامان مہیّا نہیں ہوتے یا جس کے حاصل کرنے کا اسے طریق معلوم نہیں ہوتا۔ اگر کسی کام کے کرنے یا کسی چیز کے حاصل کرنے میں اسے کوئی فائدہ نظر آتا ہو۔ اس کی ضرورت محسوس کرتا ہو پھر اس کام کے کرنے یا اس چیز کے حاصل کرنے کا طریق بھی اسے معلوم ہو پھر اس کام کے کرنے یا اس چیز کے حاصل کرنے کے ذرائع بھی مہیّا ہوں تو کبھی بھی کوئی انسان اس کام کے کرنے یا اس چیز کے حاصل کرنے میں کوتاہی اور غفلت نہیں کرتا۔ سوائے اس کے جس کو بدقسمتی پیچھے کی طرف پھینک دے یا جس کی عقل میں فتور آگیا ہو۔ یا جو بے سمجھی اور نادانی سے سستی کر بیٹھے۔ یا جس کے دل پر غفلت غالب ہو اور گناہوں اور بدافعالیوں کی وجہ سے قلب پر زنگ لگ گیا ہو۔ ورنہ ان تینوں باتوں کے مہیا ہونے کے بعد کوئی انسان کوشش اور ہمت کرنے سے نہیں رکا کرتا۔ یعنی اوّل جب کوئی کام یا کوئی چیز اسے ایسی معلوم ہو جس کے حاصل کرنے کی اسے ضرورت ہو اور وہ اس کا محتاج بھی ہو۔ دوم۔ اس کام کے کرنے یا اس چیز کے حاصل کرنے کی اسے ترکیب بھی آتی ہو۔ سوم۔ اس کے حصول کے سب ذرائع بھی مہیّا ہوں تو کبھی کوئی عقلمند انسان سعی کرنے سے نہیں رکتا۔ لیکن اگر کوئی باوجود ان باتوں کی موجودگی کے کسی کام کے کرنے یا کسی چیز کے حاصل کرنے سے غافل رہے۔ تو ضرور ہے کہ اس کے دل پر زنگ لگ چکا ہے اور بداعمالیوں کی زنجیر نے اسے

پیچھے باندھا ہوا ہے۔ ورنہ کوئی وجہ نہیں کہ وہ اس کے کرنے سے رُکے کیونکہ اگر پھر بھی کسی کے دل پر غفلت اور ہاتھ پاؤں میں سُستی ہو۔ تو ضرور ہے کہ اس کی بداعمالیوں کا نتیجہ ہے ورنہ اپنے نفع کو دیکھ کر کبھی کوئی انسان پیچھے نہیں ہٹتا اور پھر جب حاجتمند بھی ہو تو پورا پورا زور لگاتا ہے۔ مگر جب باوجود حاجتمند ہونے کے سامانوں کے مہیا ہونے اور طریق کے آنے کے سُستی کرتا ہے تو ضرور ہے کہ اس کے قلب پر زنگ لگ گیا ہے۔ اور جس شخص یا جس جماعت کے اعمال میں کسی بات کے متعلق یہ نمونہ نظر آئے اس شخص یا ان لوگوں کو چاہیئے کہ اپنے اعمال پر غور کریں اور سوچیں کہ کوئی کل خراب ہے تب ہی مشکلات کے دور ہونے کے لئے دعا کرنے اور اس چیز کے حاصل کرنے میں سُستی ہو رہی ہے جس کا حاصل کرنا لازمی اور ضروری ہے۔

مَیں نے پچھلے چند خطبوں میں دعا کی ضرورت۔ اس کے مانگنے کی ترکیب۔ اور اس کے قبول ہونے کے ذرائع بیان کئے تھے جس سے ہر ایک شخص آسانی سے سمجھ سکتا ہے کہ دعا کے بغیر گذارہ نہیں ہے کیونکہ یہی ایک ایسی چیز ہے جو تمام مشکلات اور تمام مصائب سے بچا سکتی ہے۔ پھر یہ ایسی چیز ہے کہ اس کی ترکیب استعمال نہایت آسان ہے۔ ہر ایک چیز کے حاصل کرنے کے لئے انسان کو کچھ نہ کچھ حرکت کرنی پڑتی ہے۔ لیکن دعا کے لئے کوئی حرکت نہیں کرنی پڑتی اگر کسی انسان کے ہاتھ پاؤں میں کیل گاڑ دی جائیں اس کی گردن میں موٹے رسّے باندھ دیئے جائیں۔ اور اس کے تمام جسم پر کوئی ایسا اثر کر دیا جائے کہ اس کا چمڑا خفیف سے خفیف حرکت بھی نہ کر سکے۔ تو کیا وہ دعا کرنے سے روک دیا جا سکتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ ایسی حالت میں بھی وہ دعا کر سکتا ہے تو جب دعا ایک ایسی چیز ہے کہ اس کے حصول کے ایسے طریق ہیں جو قرآن کریم اور حدیث میں نہایت واضح طور پر بیان کر دیئے گئے ہیں۔ اور اس کی حاجت بھی بہت سخت ہے۔ پھر بھی اگر کوئی اس کے متعلق سستی کرتا ہے تو جیسا کہ میں نے بتایا ہے یہ اس بات کی علامت ہے کہ اس کے دل اور قلب پر اس کی بداعمالیوں کی وجہ سے زنگ لگ گیا ہے اور اس کے گزشتہ گناہ اس کے لئے روک کا موجب بن گئے ہیں۔ اور اس چیز کے حصول میں مانع ہو گئے ہیں۔ کہ جس کے بغیر اُسے کوئی کامیابی نہیں ہو سکتی۔

اللہ تعالےٰ بڑا رحمان ہے پھر وہ بڑا رحیم ہے۔ اس کی رحمانیت اس طرف متوجہ کرتی ہے کہ انسان اس کی رحیمیت کا بھی مزا چکھے۔ یورپ کے لوگ انسانی فطرت پر بہت غور کرتے ہیں اور اپنے کاموں کو عجیب عجیب طریقوں سے ترقی دیتے ہیں۔ مَیں نے دیکھا ہے خدا تعالےٰ کی سنتوں پر انہوں نے خوب غور کیا ہے لیکن افسوس کہ مسلمان اس طرف سے بالکل غافل ہو گئے۔ یورپ کے تاجر جب اپنے کام کی طرف لوگوں کو متوجہ کرنا چاہتے ہیں اور یہ بتانا چاہتے ہیں کہ ہمارا مال اچھا ہے ہم کوئی دھوکہ نہیں دیتے۔ اور نہ ہی غلط کہتے ہیں تو وہ نمونہ مفت دینے کا اعلان کرتے ہیں کیونکہ بہت لوگ ایسے ہوتے ہیں جو غلط اور جھوٹ اشتہار دے کر لوگوں کو بدظن کر دیتے ہیں۔ اس لئے وہ لوگ جنھیں اپنے مال کے عمدہ ہونے اور مفید ہونے کا یقین ہوتا ہے سیمپل (نمونہ) شائع کرتے ہیں اشتہار دیتے ہیں اور اس میں لکھتے ہیں کہ ہم یہ نہیں کہتے کہ ہمارا مال قیمتًا منگواؤ بلکہ یہ کہتے ہیں کہ ایک پیسہ کا پوسٹ کارڈ بھیج کر ہم سے اس کا نمونہ طلب کرو۔ تمہارا خط آنے پر ہم تمھیں مفت نمونہ بھیج دیں گے۔ تم اس کو استعمال کرنا۔ اگر مفید ثابت ہو تو اور قیمتًا منگوا لینا۔ ورنہ نہ منگوانا۔ اس طرح کرنے کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ لوگوں کو چونکہ صرف ایک پیسہ کا کارڈ لکھنا پڑتا ہے اور باقی سب خرچ یعنی دوائی کی قیمت شیشی کا مول محصول ڈاک۔ خط و کتابت کا خرچ مال والوں کو ہی کرنا پڑتا ہے۔ اس لئے بہت سے لوگ نمونہ منگوا کر استعمال کرتے ہیں اور جب وہ دیکھتے ہیں کہ اس تھوڑی سی دوائی سے ہمیں اس قدر فائدہ ہوا ہے۔ اگر زیادہ کھائیں گے تو ضرور ہے کہ زیادہ فائدہ ہو اس لئے وہ قیمتًا منگوا لیتے ہیں اس طرح کارخانہ والوں کی شہرت بھی ہو جاتی ہے اور فائدہ بھی۔ خدا تعالےٰ نے بھی اپنے انعام و اکرام دینے کے نمونے مقرر کئے ہوئے ہیں۔ انسان کو دعا۔ عبادت اور نیک اعمال کی طرف متوجہ کرنے کے لئے اپنی رحمانیت کی صفت ظاہر کرتا ہے جو کہ بغیر عمل کے بغیر کوشش کے اور بغیر محنت اور تدبیر کے جاری ہوتی ہے۔ یعنی بلا کام کئے خدا کا فضل نازل ہوتا ہے۔ اور وہ نمونہ کے طور پر ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خدا تعالےٰ نے رحمانیت کو رحیمیت سے پہلے رکھا ہے۔ چنانچہ فرمایا۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ پہلے رحمانیت کو بیان کر کے

پھر رحیمیت کو بیان کیا ہے اس سے انسان کو اس طرف متوجہ کیا ہے کہ یہ ہمارا نمونہ ہے ہم نے کچھ احسانات بغیر تمہارے کہنے اور کچھ کرنے کے تم پر کئے ہیں تم ان پر غور اور تدبّر کرو۔ اور دیکھو کہ تمھیں ان سے کتنا نفع اور آرام پہنچ رہا ہے۔ ان کے حاصل کرنے کے لئے نہ تم نے کوشش کی ہے نہ محنت کی ہے نہ تدبیر کی ہے محض ہمارے فضل سے تمہیں ملے ہیں۔ پس جب بغیر تمہاری کسی محنت۔ کوشش تدبیر اور بغیر کسی عمل کے ہم نے یہ انعامات دیئے ہیں۔ تو اب اگر تم ہمارے احکامات کے ماتحت کچھ کام کرو گے تو سمجھ لو کہ کتنے بڑے انعام حاصل کر لو گے اور رحیمیت کی صفت تمہیں کیا کچھ نہ دکھائے گی۔ تو رحمانیت کی صفت نمونہ ہے۔ جو انسان کو خدا تعالیٰ کی طرف کھینچنے کے لئے ظاہر ہوتا ہے۔ کیونکہ جب کوئی انسان خدا تعالےٰ کی دی ہوئی نعمتوں پر غور کرتا ہے اور دیکھتا ہے کہ جب مَیں نے کچھ نہیں کیا۔ تو خدا تعالیٰ نے مجھے آنکھیں۔ ناک۔ کان۔ عقل۔ دولت۔ عزت وغیرہ دی ہے تو جب مَیں کچھ کروں گا اور خدا تعالےٰ کے حکم مانوں گا۔ پھر وہ کیا کچھ نہ دے گا۔ جس طرح ایک دوائی کا نمونہ استعمال کرنے والا کہتا ہے کہ مجھے اس تھوڑی سی دوائی نے اس قدر فائدہ دیا ہے اگر مَیں زیادہ استعمال کروں گا تو زیادہ فائدہ ہوگا۔ اس لئے وہ روپیہ خرچ کر کے اور منگواتا ہے۔ جو پہلے سے زیادہ آجاتی ہے اسی طرح رحمانیت کی صفت خدا تعالےٰ کی طرف کھینچتی ہے۔ اور بتاتی ہے کہ جب رحمانیت کے ماتحت تجھ پر اس قدر فضل نازل ہوا تو جب رحیمیت کے نیچے آجائے گا۔ تو اس وقت کتنا فضل ہوگا۔ کیونکہ اس وقت تو فضل حاصل کرنے کا تیرا استحقاق پیدا ہو جائے گا۔ گو کسی انسان کا خدا تعالےٰ پر کوئی حق نہیں ہے۔ مگر خدا تعالیٰ نے خود مقرر کر دیا ہے اور وہ وعدوں کا سچا ہے۔ پس بلا استحقاق کے جب اس قدر فضل ہوتے ہیں تو جب استحقاق ہو جائے اس وقت تو بہت زیادہ ہوں گے جس طرح دوائی دینے والا جب مفت دوائی دیتا ہے تو قیمت لے کر کیوں نہ دے گا۔ اسی طرح خدا تعالےٰ جب بغیر کام کے دیتا ہے۔ تو عمل محنت اور کوشش کرنے سے کیوں نہ دے گا۔ تو رحمانیت نمونہ ہے رحیمیت کا۔ اس سے خدا تعالےٰ کی شان کا علم ہوتا ہے۔ اور جتنا جتنا کوئی اس صفت کے نیچے آئے اتنا ہی زیادہ انعام پاتا ہے۔

رحیمیت کے انعام خاص شان اور درجہ رکھتے ہیں۔ رحمانیت کے ماتحت تو

ساری دنیا ہے۔ ایک کتّا اور ایک بلّا بھی اسی کے ماتحت ہے لیکن رحیمیّت کے انعام خدا کے خاص خاص بندوں کو ہی ملتے ہیں اور جانتے ہو جو فضیلت ان کو حاصل ہوتی ہے اس کا کوئی اندازہ نہیں لگا سکتا۔ رحمانیت کا نزول چونکہ سہارے کے لئے ہوتا ہے اس لئے سب کو حاصل ہوتی ہے۔ جیسے دوائی کا نمونہ ہے ہر ایک اس شخص کو دیا جاتا ہے جو درخواست کرتا ہے لیکن پھر پوری دوائی اسی کو دیتے ہیں جو قیمت ادا کرتا ہے اور ایسے چند ہی ہوتے ہیں۔ اسی طرح خدا تعالےٰ کی رحیمیّت بھی خاص ہے اور خاص لوگوں سے ہی تعلق رکھتی ہے۔ اس سے جو لطف اور سرور وہ اٹھاتے ہیں وہ اور کوئی نہیں اٹھا سکتا۔ اللہ تعالےٰ کی رحمانیت کے ماتحت آنکھ۔ ناک۔ کان۔ زبان وغیرہ سب کو ملے ہوئے ہیں۔ اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہمارے ساتھ شریک ہیں۔ مگر پھر وہ کیا چیز ہے جس کی وجہ سے آپؐ کو تمام جہانوں پر فضیلت دی گئی ہے اور وہ کیا چیز ہے جس نے آپؐ کو تمام نبیوں سے بڑھا دیا ہے۔ وہ آپؐ کا پورے طور پر رحیمیت کے ماتحت آنا ہے۔ آپؐ نے خدا تعالےٰ کی رحمانیت کو دیکھ کر سمجھا کہ یہی ایک بہت بڑی ہستی ہے اور تمام کامیابیاں اور ترقیاں اسی سے تعلق رکھتی ہیں۔ یہ سمجھ کر آپؐ پر رحمانیت نے وہ اثر کیا۔ کہ تمام انسانوں سے بڑھ کر اپنے تمام جوارح کو خدا تعالےٰ کی اطاعت میں لگا دیا۔ اس لئے سب سے بڑے اور کامل رحیمیت کے مظہر آپؐ ہی ہوئے۔ اور سب اگلوں پچھلوں سے بڑھ گئے پس ہر ایک انسان کو چاہیئے کہ وہ خدا تعالےٰ کے رحمانیت کے نمونوں کو دیکھے۔ تا اسے رحیمیت کے فضل حاصل کرنے کی خواہش پیدا ہو۔ لیکن جب احتیاج بھی بہت ہو۔ سامان بھی میسّر ہوں۔ ترکیب بھی آتی ہو۔ تو پھر سوائے اس کے کہ انسان کے دل پر اپنے شامتِ اعمال کی وجہ سے زنگ لگ چکا ہو۔ کوئی وجہ نہیں ہو سکتی کہ وہ دعا کرنے سے باز رہے۔ اور اپنے اعمال میں اصلاح پیدا نہ کرے۔

ہماری جماعت کے لوگوں پر خدا تعالےٰ نے بہت فضل کئے ہیں۔ وہ باتیں جو پوشیدہ تھیں ان پر ظاہر کی ہیں۔ وہ نور جو لوگوں کی نظروں سے نہاں تھا ان پر آشکارا کر دیا ہے۔ وہ دروازہ جو دوسروں پر بند تھا۔ ان پر کھول دیا ہے۔ اس لئے ہمارے لئے بہت کچھ آسانیاں ہوگئی ہیں۔ کیونکہ دوسرے لوگ دعا کی حقیقت۔ خدا تعالےٰ کے قرب کے فوائد اور اس کے حاصل کرنے کی

ترکیبوں سے واقف نہیں ہیں اور نہ ہی وہ اس کی حاجت سمجھتے ہیں۔ ان کے لئے دنیا کے دولت۔ مال۔ عہدہ اور خطاب ہی سب کچھ ہیں۔ اس لئے ان کو نہ حاجت ہے نہ ان کے پاس سامان ہیں اور نہ ہی ترکیب استعمال جانتے ہیں۔ اس لئے وہ ایک حد تک معذور بھی ہیں۔ لیکن جن کے لئے خدا تعالےٰ نے سب ذرائع مہیا کر دیئے ہیں اور سب قسم کے بند کھول دیئے ہیں۔ وہ اگر دعائیں کرنے میں سستی کریں تو کس قدر افسوس کی بات ہے۔

میری ان خطبات سے یہ مُراد نہ تھی کہ مَیں کوئی علمی مضمون بیان کروں۔ بلکہ یہ تھی کہ اپنی جماعت کو اس طرف متوجہ کروں اور دعا کرنے کی عادت ڈالوں بہت لوگ ہیں جو دعاؤں میں سستی کرتے ہیں۔ (بہت سے مراد ایک کثیر حصۂ جماعت مراد نہیں بلکہ یہ کہ ایسے لوگ بھی تھوڑے نہیں) ان کے لئے یہ کافی ہے کہ کسی سے سلسلہ کے متعلق بحث مباحثہ کر لیا جائے۔ مگر وہ اصلاح جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام پیدا کرنا چاہتے تھے۔ اس سے غافل ہیں۔ اس قسم کے جوش جن میں محض زبان ہی زبان کام کر رہی ہو۔ کوئی نفع نہیں دیتے۔ نفع اسی سے ہوتا ہے۔ کہ انسان اپنے تمام جوارح پر اللہ تعالےٰ کے احکام جاری کرے اور اس کی محبت میں گداز ہو جائے اور اس کی الفت میں گردن جائے۔ اگر کوئی شخص یہ نہیں کرتا تو حکم عدولی کرتا ہے۔ تو صرف زبان سے اقرار کر لینا نہ صرف کوئی فائدہ ہی نہیں دیتا بلکہ بہت زیادہ نقصان بھی پہنچاتا ہے۔ پھر ہو سکتا ہے کہ کوئی سچے دل سے اقرار کرتا ہو مگر اسے عمل کی توفیق نہ ملتی ہو۔ تو یہ اس کے پچھلے گناہوں کے زنگ کی وجہ سے ہوگا۔ جس طرح ایک شخص بیڑیوں سے جکڑا ہوا ہو۔ اور اس کے کھانے کے لئے شیر آ رہا ہو۔ تو کوئی یہ نہیں کہے گا کہ اس کے دل میں شیر کا خوف نہیں ہے اس لئے خاموش بیٹھا ہے اور بھاگتا نہیں۔ کیونکہ وہ تو بھاگ ہی نہیں سکتا۔ اگر وہ بھاگ سکتا تو ضرور بھاگ کر جان بچانے کی کوشش کرتا۔ وہ جانتا ہے کہ خونخوار شیر مجھے کھا جائے گا۔ مگر چونکہ اس کے پاؤں بندھے ہوئے ہیں اس لئے بھاگنے کی طاقت ہی نہیں رکھتا۔ اسی طرح بعض لوگوں کو ایمان تو حاصل ہوتا ہے لیکن ان کے پچھلے گناہ اور نقص اعمال کے راستہ میں حائل ہو جاتے ہیں اور ان کے پاؤں میں بیڑیوں کی طرح ان کے ہاتھوں میں ہتھکڑیوں کی طرح اور ان کے گلے میں طوقوں کی طرح پڑے ہوتے ہیں وہ اس بات کو جانتے

ہوئے کہ ہمیں یوں کرنا چاہیئے اس طرح نہیں کر سکتے۔ اور اس سے اپنے دل میں کڑھتے بھی ہیں۔ افسوس بھی کرتے ہیں مگر کرتے وہی ہیں جو انہیں نہیں کرنا چاہیئے یہ اعمال کے زنگ کی وجہ سے ہوتا ہے۔ ان کا دل خوب محسوس کرتا ہے مگر کشش برائی کی طرف ہی کرتا ہے۔ اس وقت یہی علاج ہے کہ زنگ کو دور کیا جائے اور پاؤں کی زنجیروں کے توڑنے اور ہاتھوں کی ہتھکڑیوں کے کاٹنے اور گلے کے طوقوں کو اتارنے کی کوشش کی جائے۔ جب یہ ہو جائے گا تو پھر ایمان نفع اور فائدہ دیگا اور یہ سب کچھ دعا کے ذریعہ ہو سکتا ہے۔

ہماری جماعت میں جو ایسے لوگ ہیں ان کو اس طرف توجہ کرنی چاہیئے اور اس کا یہی علاج ہے کہ انہیں جس قدر دعا کرنے کی توفیق ملے۔ اُسے اسی کے لیے خرچ کریں۔ لیکن اگر دل قائم نہ ہو تو زبان سے لفظ نکالنے کی جس قدر توفیق ملے اسی قدر نکالیں۔ اگر لفظ بھی نہ نکال سکتے ہوں تو خیالات کے ذریعہ ہی دعا کی طرف متوجہ رہیں۔ زبان سے کہنا اور بات ہوتی ہے اور خیالات کرنا اور۔ اگر دعا کرنے سے کسی کا قلب منکر ہو۔ اور زبان بھی انکار کرتی ہو۔ کہ لفظ نکالے تو اسے اس طرف خیالات دوڑانے چاہئیں۔ اگرچہ خیالات بہت ہی ادنے ہوتے ہیں جس طرح ایک بہت مریل سا گھوڑا ہو۔ جو چاہے اس کے اوپر چڑھ بیٹھے۔ یہی حال خیالات کا ہوتا ہے۔ لیکن انسان کم از کم خیالات کے ذریعہ تو دعا کی طرف متوجہ ہو۔ اس سے آہستہ آہستہ اوپر ترقی شروع ہو جاتی ہے۔ پہلے زمانہ میں مجرموں کو سزا دینے کا یہ طریق ہوتا تھا کہ کسی بڑے اونچے مینار پر قید کر دیتے تھے۔ ایسے قیدیوں کو جو لوگ چھڑانا چاہتے۔ وہ اتنی اونچی جگہ کوئی موٹا رسہ تو پھینک نہ سکتے جس کے ذریعہ وہ نیچے اُتر آئے۔ اس لیئے اس طرح کرتے کہ ایک باریک دھاگے کا گولہ تیر کے ساتھ باندھتے اور اسے کمان کے ذریعہ اوپر پہنچاتے۔ اس طرح دھاگہ اس قیدی تک پہنچ جاتا۔ وہ اس کا ایک سرا خود پکڑتا اور باقی کو نیچے گرا دیتا۔ پھر وہ اس کے ساتھ ذرا موٹا دھاگہ باندھ دیتے جسے وہ اوپر کھینچ لیتا۔ اس طرح کرتے کرتے آخرکار وہ موٹا رسہ اس تک پہنچا دیتے تھے اور وہ نیچے اتر آتا تھا۔ یہ ترکیب اس لیئے ایجاد کی گئی کہ کمزور چیز بڑا بوجھ نہیں اٹھا سکتی۔ یہی حال دعا اور اعمال میں ہوتا ہے وہ انسان جو زیادہ بوجھ نہیں اٹھا سکتا۔ اسے چاہیئے کہ پہلے تھوڑا اٹھائے اور جب اُسے

عادت ہوجائے گی تو زیادہ سے زیادہ اُٹھاتا جائے اور اس طرح کرتے کرتے بڑے سے بڑا بوجھ بھی اٹھالے گا۔ ہاں اسے چاہیئے کہ ہمت نہ ہارے اور مایوس نہ ہو۔

ہمارے راستہ میں جو مشکلات حائل ہیں۔ ان کا انکار کوئی نادان ہی کرے تو کرے۔ ورنہ عقل مند کبھی نہیں کرسکتا۔ ہم نے تمام دنیا سے مقابلہ کی ٹھانی ہوئی ہے لیکن نہ ہمارے پاس مال ہے نہ دولت ہے نہ دنیاوی عزت ہے۔ نہ حکومت ہے۔ اس صورت میں اگر ہم وہ حقیقی ہتھیار جو خدا تعالےٰ کی طرف سے ہمیں ملا ہے اس سے بھی کام نہ لیں۔ تو اور کیا صورت ہوگی جس سے ہم کامیاب ہونگے۔ ایک جنگل اور بیابان میں بیٹھا ہوُا انسان غافل نہیں ہوتا۔ کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اس میں شیر۔ چیتے اور ڈاکو رہتے ہیں۔ لیکن وہاں تو ایک آدھ شیر چیتے کا ڈر ہوتا ہے یہاں کروڑوں کروڑ شیر اس بات کے لئے تیار ہیں کہ ہمیں چیر پھاڑ کر پھینک دیں۔ اگر کہیں ایک شیر ہو۔ بلکہ شیر نہ بھی ہو صرف وہم ہی ہو۔ یا ایک ڈاکوؤں کی جماعت ہو۔ جماعت نہ بھی ہو صرف خیال ہی ہو۔ تو بھی لوگ ہوشیار اور چوکس رہتے ہیں۔ لیکن ہمارے لئے ایک شیر نہیں بلکہ کروڑوں شیر ہیں۔ ایک ڈاکوؤں کی جماعت نہیں بلکہ بے شمار ڈاکو ہیں۔ اس لیئے ہمیں ہوشیار رہنے کی بہت ہی ضرورت اور حاجت ہے۔ اس لئے ہمیں جس رنگ اور جس طریق سے توفیق ملے اسی سے کوشش اور ہمت کرنی چاہیئے۔ پھر جبکہ ہم خدا تعالےٰ کے قرب اور اس کے فضل کے محتاج ہیں اور اس کے حصول کے ذرائع اور طریق بھی معلوم ہیں پھر غفلت کیسی۔ اگر کسی میں غفلت ہے تو اس کے پہلے گناہوں کے زنگ کی وجہ سے ہے جسے بہت جلد دور کرنے کی کوشش کرنا چاہیئے اگر دل کے ایک حصہ میں لگ چکا ہے۔ تو دوسرے حصہ کے ذریعے اُسے کھرچنے کی کوشش کرو۔ ایک ہاتھ بندھا ہو تو دوسرے سے کھولنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ ایک پاؤں گڑا ہوُا ہو تو دوسرے سے نکالنے کی ہمت کی جاتی ہے۔ تم بھی اسی طرح کرو۔ اگر قلب پر زنگ ہے تو زبان سے ہٹانے کی کوشش کرو۔ اگر زبان پر ہے تو ہاتھ سے ہٹانے کی کوشش کرو۔ اور اگر ہاتھوں پر ہے تو پاؤں سے۔ اس طرح تمہیں ایک چھوٹا عمل بڑے کی توفیق دے گا۔ اور وہ اس سے بھی بڑے کی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِہِمْ۔ (الرعد: ۱۲)

اللہ تعالےٰ اپنے انعامات کسی قوم سے اس وقت تک واپس نہیں لیتا جب تک کہ اس میں کمزوریاں اور نقص نہیں پیدا ہوجاتے۔ پس اگر تم پر کوئی مصیبت یا ابتلا آتا ہے تو تمہارے ہی ہاتھوں کی کمائی ہوئی وجہ سے۔ اس لئے ہوشیار ہوجاؤ اور اس کے دور کرنے کے لئے کوشش کرو۔ خدا تعالےٰ کے وعدے سچے ہیں وہ ضرور پورے ہوں گے مگر تم اپنی غفلت اور سستی کو چھوڑ دو۔ میں تو اس کو بھی بیجرمت ہی سمجھتا ہوں کہ کوئی منہ سے دعوے تو بہت کچھ کرے مگر قلب کے حضور کے ساتھ ان کے حصول کی کوشش نہ کرے۔ اللہ تعالےٰ کے بتائے ہوئے طریقوں سے استکبار کرنا اچھا نہیں۔ گو کوئی ان کو اچھا سمجھے۔ لیکن جو اپنے خیالات یا موجودہ زمانہ کے حالات سے ڈر کر ذکرِ الٰہی کو عملی طور پر لغو سمجھے اور اس کے لئے کوئی وقت خالی نہ کرے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر درود نہ بھیجے۔ وہ عملی طور پر استکبار کرتا اور خدا تعالےٰ کے بتائے ہوئے طریقوں کی تحقیر کرتا ہے۔

بہت سے لوگ ایسے ہیں جو تہجد اور نوافل پڑھنے کی کوشش نہیں کرتے۔ بہت ایسے ہیں جو صرف فرائض کا ادا کر لینا ضروری سمجھتے ہیں۔ حالانکہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ بندہ نوافل سے قربِ الٰہی حاصل کرتا ہے لوگوں نے اس کے معنے یہ کئے ہیں کہ نوافل بھی قرب کا باعث ہوتے ہیں۔ لیکن میرے نزدیک اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ نوافل ہی قرب کا باعث ہوتے ہیں۔ کیونکہ فرائض کی ادائیگی انسان کو ایمان کے درجہ پر پہنچاتی ہے۔ دیکھ لو۔ گورنمنٹ کے ملازمین کے جو فرائض ہوتے ہیں ان کے ادا کرنے پر وہ صرف تنخواہ کے مستحق ہوتے ہیں۔ انعام کے نہیں۔ ہاں اگر وہ اپنے فرائض سے بڑھ کر کوئی کام کریں تو بے شک انعام پاتے ہیں۔ اسی طرح صرف فرائض کا ادا کرنا خدا تعالےٰ کے قرب کا باعث نہیں ہوتا۔ بلکہ یہ ایمان کی بنیاد پر قائم کرتا ہے آگے نوافل بڑھاتے اور درجہ دلاتے ہیں۔ پھر بعض اوقات نوافل فرائض کی جگہ بھی کام آتے ہیں کیونکہ کوئی فرض کسی دل سے ادا کیا جاتا ہے اور کوئی کسی سے۔ اس لئے نوافل فرائض کے قائم مقام ہوجاتے ہیں۔ مثلاً ایک گڑھا ہو۔ اگر وہ زیادہ گہرا ہو۔ تو اس میں جو مٹی ڈالی جائے گی وہ اسی میں غائب ہوجائیگی لیکن اگر کم گہرا ہو تو اور مٹی ڈالنے سے وہ گڑھے والی جگہ اور بھی اونچی ہوجائیگی اسی طرح اگر فرائض کی کمی ہو تو نوافل اُسے پُر کر دیتے ہیں اور اگر کمی نہ ہو تو

اُسے اَور اونچا کر دیتے ہیں۔ بہت سی باتیں ہیں جن کی طرف لوگوں کی توجہ نہیں ہے۔ بحث ومباحثہ کرنے میں تو ہوشیار ہیں مگر ذکرِ الٰہی اور دُعا کرنے میں سست اور غافل۔ لغو اور فضول باتوں سے پرہیز نہیں کرتے۔ اور دین کی عظمت ان کے دلوں میں نہیں ہے۔ تہجد کی ادائیگی اور نوافل کے پڑھنے کی طرف خیال نہیں کرتے۔

یہاں کے بعض لوگوں میں بھی یہ کمی ہے جس کے دور کرنے کی طرف انہیں بہت جلد توجہ کرنی چاہیئے۔ یہاں قریبًا نو ماہ سے بخار چلا آتا ہے اس کے آنے سے دو تین ماہ پہلے میں نے اپنا رؤیا بھی بتلا دیا تھا کہ میں نے یہ خطرناک بخار دیکھا ہے۔ خدا تعالےٰ کی طرف سے پہلے بتانے کی یہی غرض ہوتی ہے کہ لوگ عاجزی اور تضرع اختیار کریں اور خدا کے حضور گر جائیں۔

کہتے ہیں شیر کے آگے اگر کوئی گر جائے تو وہ حملہ نہیں کرتا۔ شیر کا تو پتہ نہیں لیکن اگر خدا کے آگے کوئی گرے تو وہ ضرور ہی حملہ نہیں کرتا۔ جو کوئی خدا کے حضور گرتا ہے وہ گویا اپنے نفس کو مار دیتا ہے۔ اس لئے سزا سے بچ جاتا ہے دیکھو انسان کے آگے بھی کوئی جھک جائے تو اسے بھی شرم آجاتی ہے۔ پھر خدا تعالےٰ اپنے آگے گرے ہوئے پر کیوں رحم نہ کرے۔ بچپن میں ہم نے ایک کشتی بنوائی تھی لڑکے اسے ڈھاب میں تیرانے کے لئے لے جاتے تھے۔ اور بے احتیاطی سے توڑ دیتے تھے۔ میں نے ایک دفعہ لڑکوں کو کہا۔ کہ جب کوئی لڑکا کشتی لے جائے تو مجھے بتانا۔ میں اسے سزا دوں گا۔ چنانچہ ایک دن جب چند لڑکے اسے لے گئے تو لڑکوں نے مجھے بتایا۔ میں وہاں گیا تو وہ سب بھاگ گئے لیکن ایک کو پکڑ لیا گیا۔ جب میں اسے مارنے لگا تو اس نے آگے سے سر ڈال دیا۔ اور کہا کہ لو مار لو۔ یہ سنکر میری ہنسی نکل گئی اور میں نے اسے چھوڑ دیا۔ تو جھکے ہوئے پر جب انسان کو بھی رحم آجاتا ہے تو خدا کو کیوں رحم نہ آئے۔ جھکنے سے اس کا بھی غضب ٹھنڈا ہوجاتا ہے۔ اللہ تعالےٰ گرے ہوئے پر کبھی قدم نہیں مارتا۔ ہاں جو چھاتی نکال کر کھڑا ہوجائے۔ اور غلطی کر کے اس پر اکڑے۔ اسے گراتا ہے۔ اور جس پر سے اس کا غضب ٹھنڈا ہوجاتا ہے وہ نہ صرف سزا سے بچ جاتا ہے بلکہ اس کے لئے خدا تعالےٰ کی رحمانیت بھی جوش میں آتی ہے۔ غرض ہماری جماعت کے لئے بہت توجہ کی ضرورت ہے۔ یہاں کے لوگ بھی اور باہر کے بھی نمازوں میں

بہت ہوشیاری پیدا کریں۔ اور دعائیں کریں۔ جس طرح استقلال کی ہر ایک کام میں ضرورت ہوتی ہے اسی طرح دعا میں بھی ہے۔ بہت لوگ ایسے ہوتے ہیں۔ جو چند دن دعا کر کے چھوڑ دیتے ہیں۔ پھر مساجد میں بہت سی لغو باتیں اور بیہودہ جھگڑے کئے جاتے ہیں۔ حالانکہ مسجدیں ذکر الٰہی اور دینی امور کے لئے ہیں۔ اسی طرح بہت سی باتیں ہیں جو بظاہر چھوٹی معلوم ہوتی ہیں مگر ان کی وجہ سے آہستہ آہستہ دل پر زنگ لگنا شروع ہو جاتا ہے جس طرح ایک چھوٹی نیکی بڑی نیکی کا موجب ہوتی ہے اسی طرح چھوٹی بدی بڑی بدی کا باعث ہوتی ہے۔ تم لوگ ان باتوں میں اصلاح کرو۔ اور اپنے اندر عاجزی اور فروتنی کا مادہ پیدا کرو۔ تاکہ اگر خدا کا غضب ہو تو ٹھنڈا ہو جائے۔ یہ بیماریاں اور مشکلات بلا وجہ نہیں آرہیں۔ جماعت کا کوئی نہ کوئی حصہ ضرور ایسا ہے جس کی وجہ سے یہ تکالیف ہیں۔ اس لئے اصلاح کرو۔ اور دعاؤں پر خوب زور دو۔ جب تمہارے سامنے دو چیزیں ہیں۔ ایک خدا کا غضب اور دوسرے اس کا رحم۔ تو تم اچھی چیز کو حاصل کرنے کی کوشش کرو۔ اس کے حصول کے لئے دعائیں کرو۔ اور بہت کرو۔ اور عاجزی بھی پیدا کرو۔ صرف دعا اس وقت تک کوئی نتیجہ نہیں پیدا کرتی جب تک کہ اس کے ساتھ عاجزی نہ ہو۔ ایک پگھلا ہوا اور گداز قلب اگر غلطی کرتا ہے تو بھی اسے خدا کے حضور گرنے کا موقعہ مل جاتا ہے اس لئے وہ آئندہ اس قسم کی غلطی سے بچ جاتا ہے۔ آجکل ہیضہ بہت پھیلا ہوا ہے ایسے غضب کے دنوں میں بہت بڑی توجہ کی ضرورت ہے تاکہ تم پر خدا تعالیٰ کا فضل نازل ہو۔ جب فضل نازل ہو جائے تو پھر اس کا غضب ہٹ جاتا ہے کہ رحم اور غضب دونوں ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے رَحْمَتِیْ وَسِعَتْ كُلَّ شَیْءٍ (الاعراف: ۱۵۷) میری رحمت ہر شے پر چھائی ہوئی ہے۔ حتیٰ کہ دوسری صفات پر بھی غالب ہے تو جب خدا کی رحمت آتی ہے سب بلائیں ٹل جاتی ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو الہام ہوا تھا کہ مجھے آگ سے مت ڈراؤ۔ آگ ہماری غلام بلکہ غلاموں کی بھی غلام ہے۔ تو آگ سے کس وقت ڈر نہیں؟ جبکہ اپنے آپ کو غلام بناؤ۔ تم اپنے آپ کو خدا تعالیٰ کے حضور اور نبیوں کے احکام کے آگے عبد کی طرح بناؤ۔ پھر کوئی چیز تمہارے لئے روک نہیں ہو سکے گی۔ نہ تم پر مصائب آئیں گے نہ بیماریاں غالب

ہو سکیں گی۔ نہ دشمن کچھ بگاڑ سکیں گے۔

اللہ تعالیٰ ہماری جماعت کو اپنے کرم اور رحم کے ماتحت لائے اور تمام جماعت پر اپنا فضل کرے۔ اور اپنے خاص انعامات کا وارث بنائے۔ اور ہمیں ان عہدوں کے پورا کرنے کی توفیق دے۔ جو ہم نے کئے ہیں۔ وہ طاقت بخشے جس سے ہم اُس کے انعاموں کے جذب کرنے والے بنیں۔ اور وہ قوت دے جو اس کے غضب کو ہٹانے اور رحم کو کھینچنے والی ہو۔ (آمین)

(الفضل ۲۲ر اگست ۱۹۱۶ء)